© rasailojaraid.com

جو ظاہر ہے کہ مؤطا سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ ابواب کا ترجمہ فارسی میں وہیں پر کر دیا گیا ہے اور ہر حدیث/ اثر کے سامنے نمبر دے کر قلت کے ذریعہ مسوی میں اس کے اغلاق کو فقہی مسائل میں کھول دیا گیا ہے۔

۸۔ مسوی کی جلد اول میں کتب فقہ بالخصوص فتاویٰ عالم گیری اور المنہاج سے مصفی کی عبارتوں یا احادیث مؤطا کی وضاحت کی گئی ہے، لیکن یہ امر ہنوز لاینحل ہے کہ جلد اول کی مانند جلد ثانی کے فقہی ابواب وفصول کی تشریح میں کتب فقہ اور خاص طور پر فتاوی عالم گیری سے استفادہ کیوں نہیں کیا گیا ہے؟

۹۔ مسوی جلد دوم میں اگرچہ شوافع واحناف کے نقطہ ہائے نظر کی وضاحت ملتی ہے، لیکن مصادر سے استفادہ برائے نام ہے۔ اس جلد میں الهداية سے استفادہ صرف دو جگہوں پر (ص ۴۳)، المنہاج سے صرف ایک مقام پر (ص ۴)، نور الانوار سے پانچ مقامات پر (ص ۶، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۱۴۹) اور شرح السنہ سے صرف ایک مقام پر (ص۶) کیا گیا ہے۔

حواشی ومراجع:

۱۔ شاہ ولی اللہ، مصفی، مالکان کتب خانہ رحیمیہ سنہری مسجد، دہلی، غیر مورخہ، ج اول، ص ۳، شاہ ولی اللہ، مسوی، مالکان کتب خانہ رحیمیہ، سنہری مسجد، دہلی، غیر مورخہ، ج اول، ص ۸

۲۔ شاہ ولی اللہ، مصفّٰی، حوالہ سابق، ۱/ ۶

۳۔ محمد یٰسین مظہر صدیقی، شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث، حضرت شاہ ولی اللہ اکیڈمی پھلت، ضلع مظفر نگر، ۲۰۰۴ئ، ص ۱۷۳۔ ۱۷۴

۴۔ مسوی برحاشیہ المصفی، کتب خانہ رحیمیہ دہلی، حوالہ سابق، ۲/ ۳۱۵

۵۔ مسوی، حوالہ سابق، ۱/ ۱۰۔ ۱۱

۶۔ مسوی، حوالہ سابق، ۱/ ۱۸۔ ۱۹

۷۔ مصفی، حوالہ سابق ۱/ ۷

۸۔ شاہ ولی اللہ کی خدمات حدیث، ص ۳۸۲

۹۔ ملاحظہ ہوں مسویٰ جلد اول کے درج ذیل صفحات: ۹۸، ۱۰۹، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۵۲، ۱۵۵، ۱۶۱، ۱۶۵، ۱۶۸، ۱۷۱، ۱۷۳، ۱۷۹، ۱۸۲، ۲۰۱، ۲۵۲، ۲۵۶، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۸۹، ۲۸۵، ۲۹۹، ۳۰۶، ۳۰۹، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۵، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۷، ۳۳۹۔

☆☆☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقت کے ایک اہم اور زندہ موضوع پر قابلِ قدر تصنیف

غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق

مولانا سید جلال الدین عمری

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان کیسے تعلقات ہونے چاہئیں؟ یہ آج کا ایک اہم اور زندہ موضوع ہے۔ کیا اسلام اپنے ماننے والوں کے علاوہ دوسروں کو بنیادی انسانی حقوق سے محروم کردیتا ہے؟ کیا اس میں مذہبی رواداری تحمل وبرداشت اورتوسع نہیں پایا جاتا ہے؟ اسلام کے نزدیک غیر مسلموں سے خاندانی، معاشرتی ،سماجی ، کاروباری اور ازدواجی تعلقات کی نوعیت کیا ہے؟ غیر مسلموں کوسلام، مساجد میں ان کا داخلہ اور ان سے تحائف کے تبادلہ کا کیا حکم ہے؟ کیا مسلمانوں کے معاملات میں ان کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے؟ اسلامی ریاست کی بنیادیں کیا ہیں؟ اور اس پر کیا اعتراضات کیے جاتے ہیں؟ جہاد کیا ہے اور اس کے احکام کیا ہیں؟ ذمیوں کے کیاحقوق ہیں؟ اسلامی ریاست کے بین الاقوامی تعلقات کی نوعیت کیا ہے؟ غیر مسلموں سے عدم تعلق کی ہدایات کا صحیح پس منظر کیا ہے؟ یہ چند ایسے اہم مسائل ہیں جن کا جدید ذہن اطمینان بخش جواب چاہتا ہے۔

کتاب میں اس نوع کے تمام مباحث پر قرآن وحدیث کی روشنی میں اور مستند مفسرین، محدثین اور فقہاء کے حوالوں کے ساتھ عالمانہ اظہار خیال کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے پس منظر میں اس کی خصوصی اہمیت ہے اور دعوت وتبلیغ کے میدان میں کام کرنے والوں کی بھی یہ ایک اہم ضرورت ہے۔

مصنف کی نظر ثانی کے بعد جدید ایڈیشن،آفسیٹ کی حسین طباعت ،عمدہ کاغذ، خوب صورت جلد، صفحات: ۳۲۰، قیمت :۔/۱۸۵ روپے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اجتہاد اور اس کا تاریخی ارتقاء

پروفیسر محمد انس حسان

اجتہاد کی تعریف

اجتہاد کے لغوی معنی ہیں کسی مقصد کو حاصل کرنے کی انتہائی کوشش کرنا، زحمت برداشت کرنا اور مشقت اٹھانا۔ اصطلاح میں اس سے مراد وہ کوشش ہے جو کسی قضیے یا حکم شرعی کے بارے میں بحدِ امکان ذاتی رائے (ظن غالب) قائم کرنے کے لیے کی جائے۔ اجتہاد کا مادہ 'جہد' ہے، جس کے معنی کوشش، محنت اور سعی کرنے کے ہیں۔ یعنی کسی مقصد کو پانے کے لیے استدلال کے پہلو سے اپنی تمام کوشش صرف کر دینا، ظن و گمان کے درجہ میں کسی شے کے حکمِ شرعی کو تلاش کرنے کے لیے اپنی تمام کوشش صرف کر دینا۔

مولانا محمد تقی امینیؒ (۱۹۲۶۔۱۹۹۹ئ) نے اجتہاد کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"اجتہاد کے لغوی معنیٰ ہیں کسی بات کی تحقیق میں انتہائی جدوجہد کرنا۔ کلامِ عرب میں یہ لفظ ایسی جدوجہد میں استعمال ہوتا ہے جس میں محنت شاقہ برداشت کرنی پڑے۔ چنانچہ **اجتهد فی حمل الرحاء** (چکّی کا پاٹ اٹھانے میں اس نے جدوجہد کی) کہنا درست ہے اور **اجتهد فی حمل خردلة** (رائی کا دانہ اٹھانے میں اس نے جدوجہد کی) کہنا صحیح نہیں ہے"۔ ۱؎

شیخ محمد ابوزہرہؒ (۱۸۹۸۔۱۹۷۴ئ) فرماتے ہیں:

"فقہ اسلامی میں اجتہاد یہ ہے کہ فقیہ دلائل شرعیہ سے عملی احکام مستنبط کرنے کی کوشش کرے اور اس کوشش میں اپنی تمام قوت کو کھپا دے۔" ۲؎

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر صبحی محمصانی (۱۹۰۹-۱۹۸۶ئ) نے اجتہاد کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''اجتہاد کے لغوی معنی امکانی کوشش صرف کرنے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں اس امکانی کوشش کے صرف کرنے کا نام ہے جو دلائل شرعیہ کے ذریعے استنباطِ احکام کے لیے کی جائے۔ بہ الفاظ دیگر وہ کوشش جو مذکورۃ الصدر اصولِ اساسی کی وساطت سے احکامِ شرع کے استخراج کے لیے کی جائے۔''[۳]

اجتہاد ایک بے لاگ اور انتھک کوشش کا نام ہے۔ گویا اس میں احکامِ ادلّہ سے استفادہ کرتے ہوئے اور دینی مصالح کے پیش نظر اس طرح احکام کی تشریح وتوضیح کی جاتی ہے جو زمانہ سے مطابقت رکھتے ہوئے بھی دین کی تعلیمات سورس کی روح کے خلاف نہ ہوں۔

مولانا گوہر رحمن (۱۹۳۶-۲۰۰۳ئ) رقم طراز ہیں:

''اجتہاد کسی مجتہد اور فقیہ کی اس علمی تحقیق و کاوش اور پوری علمی قوت صرف کرنے کو کہتے ہیں جو غیر منصوص مسائل (نئے مسائل) کے احکام شرعیہ معلوم کرنے کے لیے کی جائے۔ معلوم ہوا کہ اجتہاد صرف نئے مسائل کو منصوص مسائل پر قیاس کرنے ہی کو نہیں کہا جاتا، بلکہ قرآن وسنت کی نصوص کو سمجھنے، ان کی تفسیر اور تشریح کرنے کو بھی اجتہاد کہا جاسکتا ہے۔''[۴]

ڈاکٹر محمود احمد غازی (۱۹۵۰-۲۰۱۰ئ) نے اجتہاد کے معنی میں 'انتہائی کوشش' کے مفہوم کی وضاحت بڑے دل کش انداز میں کی ہے۔ لکھتے ہیں:

''اجتہاد کے لفظی معنی ہیں انتہائی کاوش اور انتہائی کوشش۔ یہ انتہائی کا لفظ اس کے مفہوم میں شامل ہے۔ فقہاء نے اس کی تعریف کی ہے: 'استفراغ الوسع'۔ استفراغ کے معنی ہیں ایگزاسٹ (exhast) کرنا اور وسع کے معنی ہیں صلاحیت۔ انگریزی میں اجتہاد کے مفہوم کو بیان کرنا ہو تو یوں کہا جائے گا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

To exhast your capacity to discover Shariah ruling about a new situation in the light of the Quran and Sunnah.

یعنی قرآن وسنت کی روشنی میں کسی نئی صورتحال کا حکم معلوم کرنے کے لیے اپنی صلاحیت کو پورے طور پر استعمال کر ڈالنا، علم اور صلاحیتوں کو اس طرح نچوڑ دینا کہ اس سے آگے صلاحیت کے استعمال کرنے کی کوئی حد یا سکت باقی نہ رہے۔ اس عمل کا نام اجتہاد ہے۔''۵؎

اجتہاد کی تعریف سے مجتہد اور محلِ اجتہاد کی تعریف بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ مجتہد وہ ہے جو احکامِ شرعیہ کے جاننے کے لیے اپنی پوری قوت صرف کر دیتا ہے اور محلِ اجتہاد وہ مسائل ہیں جن کے بارے میں کوئی نصِ قطعی وارد نہیں۔ ۶؎

اجتہاد ایک عملِ پیہم اور جہدِ مسلسل کا نام ہے جو ابتدائے اسلام سے لے کر قیامت تک جاری رہے گا۔ اس کی مثال سائنس جیسی ہے۔ جس طرح سائنس میں مبادیات اور اصولوں کی روشنی میں ایک نامعلوم چیز کو معلوم کیا جاتا ہے، اسی طرح اجتہاد میں بھی قرآن، حدیث، اجماع اور اصول ومبادی کو پیش نظر رکھتے ہوئے کسی مسئلہ میں جو شرعی حکم دریافت کیا جاتا ہے اسے اجتہاد کہتے ہیں۔ پھر جیسے سائنس میں کبھی کسی حتمی رائے کے بعد کوئی نئی دریافت ہوتی ہے جس سے پہلی تحقیق کا رد ہوتا ہو تو اس کو قبول کر لیا جاتا ہے اور پہلی تحقیق پر عمل چھوڑ دیا جاتا ہے، اسی طرح اجتہاد میں بھی اگر کسی مجتہد نے کوئی رائے قائم کی یا اپنی کوئی تحقیق پیش کی اور بعد کی تحقیق نے اس کا غلط ہونا ثابت کر دیا تو پچھلی تحقیق پر عمل چھوڑ دیا جائے گا اور نئی صائب تحقیق پر، جو کہ قرآن وسنت سے زیادہ قریب ہو، عمل کیا جائے گا۔

یہ کہنا شاید غلط نہ ہوگا کہ سائنسی اندازِ فکر کے خالص مذہبی استعمال کو 'اجتہاد' کہا جاتا ہے۔ جس طرح سائنس ترقی پذیر ہے اور اپنا ارتقائی سفر مکمل کر رہی ہے، اسی طرح اجتہاد بھی ایک ترقی پذیر عمل ہے جو بدلتی ہوئی تہذیب وتمدن اور انسان کے معاشرتی ارتقاء پر اپنا اثر چھوڑ رہا ہے اور تا ابد چھوڑتا رہے گا۔ تاریخی تجزیہ کے طور پر ہم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ نتیجہ بھی اخذ کر سکتے ہیں کہ جدید دور کے سائنسی انداز و منہج کا اصل منبع و سرچشمہ فکر اسلامی ہے۔ دوسرے لفظوں میں تاریخ اسلام کے ابتدائی پانچ چھ سو سالوں میں اسلامی قوانین کے استنباط و استخراج کے لیے جو اصول و منہج اختیار کیا جاتا رہا اسی کا پرتو ہمیں بعد کی صدیوں میں ابھرنے والے سائنسی انداز اور منہج میں کارفرما نظر آتا ہے۔ اس بات کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اسلام جدید دور کا خالق ہے۔ اگر قرآنی سوچ اور قرآنی و اسلامی فکر کا دنیا میں غلبہ اور پھیلاؤ نہ ہوتا تو دنیا آج بھی دورِ جاہلیت اور تاریکی کے اندھیروں میں رہ رہی ہوتی۔ خلاصۂ کلام یہ کہ فقہ اسلامی کا اہم رکن اجتہاد اس چیز کا بہت بڑا ثبوت ہے کہ اسلام سائنسی سوچ اور اپروچ کا خالق اور پروموٹر (Promoter) ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے۔ گویا اسلامی احکام کو انسانی فطرت کے قریب کرنے کے لیے اسلامی شریعت کے اصولوں میں لچک اور اعتدال کو ملحوظ رکھا گیا ہے، تاکہ کسی پر گراں نہ گزرے اور مسلمان اپنے مذہب سے برگشتہ نہ ہوجائیں۔ چوں کہ تہذیب و تمدن اور معاشرہ ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہتا اور ان میں تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں، اس لیے انسان کو آسانی اور سہولت دینے کی غرض سے عمل اجتہاد کو فروغ دیا گیا ہے، تاکہ مسلمان اس سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے مذہب میں وہ جمود پیدا نہ ہونے دیں جو اس سے قبل کے دیگر مذاہب کو دیمک کی طرح چاٹ گیا۔

شرائطِ اجتہاد

اجتہاد کا عمل جتنا ضروری ہے اس سے کہیں زیادہ نازک ہے۔ چوں کہ اس بات کا خطرہ ہر وقت موجود رہتا ہے کہ اجتہاد کی عام اجازت سے کہیں ہر کس و ناکس اس میدان میں اپنے افکار و خیالات کے گھوڑے نہ دوڑانے لگے، اس لیے علماء نے اس کی کڑی شرائط متعین کی ہیں۔ جو شخص ان شرائط پر پورا اترے گا وہی اجتہاد کرنے کا اہل ہوگا۔ وہ شرائط درج ذیل ہیں:

(۱) وہ عربی زبان کا عالم ہو۔ چوں کہ قرآن و سنت فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہیں،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس لیے ان کے اسلوب، حقیقت ومجاز، تشبیہ وغیرہ کا علم ضروری ہے۔ امام شافعیؒ اس سے ایک قدم اور آگے بڑھ کر فرماتے ہیں کہ عربی زبان کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے، تاکہ اس کے دین میں درستگی پیدا ہوسکے۔ اگر مجتہد کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ علومِ عربیہ کا متبحر عالم ہوتو عامی کے لیے کم ازکم اتنا لازم ہے کہ قرآن کی تلاوت کرسکے اور اجمالی طور پر اس کے مطالب سمجھ سکے۔

(۲) قرآن مجید کا اتنا علم رکھتا ہوکہ اس کے لیے اجتہاد کرنا ممکن ہو۔ اسے احکام کی تمام آیات کا علم ہو، ان کے اسبابِ نزول سے کما حقہ واقف ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک پورے قرآن مجید کا حافظ ہونا بھی ایک شرط ہے، لیکن عام علماء اسے بطور شرط بیان نہیں کرتے۔

(۳) سنت کا علم، طریقِ روایت، روایت کے درجے، راویوں کے مراتب، احادیثِ احکام اور جن مواقع پر وہ احادیث بیان کی گئی ہیں، ان تمام باتوں سے واقف ہو۔

(۴) ان احکام کا اسے علم ہو جن پر صحابہ کا اجماع ہے۔ اسی طرح فقہاء کے اقوال سے وہ نہ صرف پوری طرح واقف ہو، بلکہ ان میں اسے مہارت حاصل ہو اور ان کے درمیان موازنہ کرنے کی بھی اس میں صلاحیت ہو۔

(۵) فقہی قیاس کے قوانین اور ان قواعد وضوابط کا علم ہو جن پر چل کر صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین نے قیاس کے ذریعہ استخراجِ احکام کا کام کیا۔

(۶) شریعتِ اسلامیہ کے عام مقاصد اور مصالح کی اسے معرفت حاصل ہو، جن کا اعتبار اسلام نے کیا ہے نیز جن پر احکام کی بنیاد رکھی ہے۔[۷]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۷۰۳-۱۷۶۲ئ) اجتہاد کی شرائط کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

''مجتہد وہ ہے جو پانچ علوم کا ماہر ہو:

۱۔ کتاب اللہ کا وسیع علم رکھتا ہو۔

۲۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیع علم رکھتا ہو۔

۳۔ علمائے سلف نے جو کچھ لکھا ہے اس سے آگہی ہو۔

۱۳۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۔ قیاس کے طریقۂ کار کو جانتا ہو۔

۵۔ عربی لغت میں مہارت رکھتا ہو'۔۸؎

دور حاضر میں مجتہد کو چاہیئے کہ وہ مختلف مسالک کے فروعی مسائل کو باہم قریب کرنے کی کوشش کرے اور جملہ مسالک میں بنیادی حقائق تلاش کرے۔ چنانچہ اگر کسی نے ان مسالک میں کوئی شے نظر انداز کردی ہے، مگر زمانہ اس کا محتاج ہے تو وہ اسے پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کرے۔ اس طریقہ سے کیا گیا اجتہاد نہ صرف عظیم الشان ہوگا، بلکہ اپنی وسعت اور تنوع کے باوصف دیرپا اور قابلِ عمل بھی ہوگا۔

مواقعِ اجتہاد

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اجتہاد کن مواقع پر کیا جائے گا؟ علمائے کرام نے اس سوال کا بھی جواب دیا ہے:

(۱) اجتہاد ان احکام ومسائل میں ہو جن میں فقہاء پہلے غور وفکر کر چکے ہیں۔

(۲) ان احکام ومسائل میں ہو جو پہلے سے موجود نہ ہوں، بلکہ حالات وتقاضے کے مطابق اب ان کی ضرورت پیش آرہی ہو۔

(۳) اجتہاد سابق فقہاء کی رائے کے موافق ہو۔

(۴) بنیاد میں اتفاق کے باوجود مختلف وجوہ کی بنا پر آراء مختلف ہوئی ہوں۔

(۵) اجتہاد شورائی طرز کا ہو کہ آپس میں ایک دوسرے کی اعانت ومدد سے کسی نتیجہ پر پہنچا گیا ہو۔

(۶) انفرادی اجتہاد ہو اور اس میں قلبی طمانینت حاصل ہوئی ہو۔

(۷) اجتہاد موقع ومحل کی تعیین کے لیے ہو۔

(۸) اجتہاد مختلف اقوال میں حالات کے لحاظ سے ترجیحی صورت پیدا کرنے کے لیے ہو۔

(۹) حکم شرعی کا اصل مقصد فوت ہو رہا ہے، اس کو واپس لانے کی غرض سے حکم کا نیا قالب تیار کرنے کے لیے اجتہاد کیا گیا ہو۔

(۱۰) حالات کی تبدیلی کی بنا پر اصل حکم میں مشقت ودشواری پیش آرہی ہے یا مضرت کا یقین ہے تو سہولت پیدا کرنے کے یا دفعِ مضرت کے لیے اجتہاد ہو۔۹؎

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اجتہاد ایک ناگزیر عمل ہے۔ ایک زندہ اور تحرک پذیر معاشرہ، جو اسلام کی راہ نمائی میں زندگی کے نظام کو جاری رکھنا چاہتا ہے، اس کے لیے اجتہاد کا دروازہ کبھی بند نہیں کیا جا سکتا۔ واضح رہے کہ اجتہاد اسلام کے دعویٰ کے ساتھ اس کے احکام اور اس کے مقاصد سے فرار کا نام نہیں ہے۔ اجتہاد دین اور ایمان کے معاملہ میں معذرت خواہی اور احساس کم تری کا نام بھی نہیں ہے۔ اجتہاد اسلام کو موم کی ناک بنانے کا نام بھی نہیں ہے کہ دنیا میں غالب ہونے والے کسی گم راہ فلسفے یا شیطانی فکر سے مرعوب ہو کر اسلامی احکام کی تعبیر و تشریح اس کے مطابق کرنے کی کوشش کی جائے۔ اجتہاد مغربی فلسفوں اور تہذیب کے استیلاء اور غلبے سے متاثر ہو کر سرمایہ داری اور کمیونزم کے فلسفوں سے اسلام کو آلودہ کرنے کا نام بھی نہیں ہے، بلکہ اجتہاد کی اصل روح یہ ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی بھی گوشہ اور کوئی بھی عمل اسلام کی روشنی اور رہ نمائی سے محروم نہ رہے۔

اجتہاد کو بنیادی طور پر چار ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) عہدِ نبوی (۲) عہدِ صحابہ

(۳) عہدِ تابعین (۴) عہدِ ائمہ مجتہدین

عہدِ نبوی میں اجتہاد

اجتہاد کا آغاز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد ہی سے ہو گیا تھا۔ صحابہ کرام کو دورانِ سفر بعض ایسے امور سے سابقہ پیش آتا جن سے متعلق شرعی نصوص کا انہیں علم نہ ہوتا تو وہ اجتہاد کر لیتے اور سفر سے واپسی کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا اجتہاد پیش کرتے۔ آپؐ یا تو اسے برقرار رکھتے یا پھر اس کی تصحیح کر دیتے۔ ایسا بھی ہوا کہ آپؐ نے ان امور میں جن کے بارے میں وحی خاموش تھی، صحابۂ کرام سے مشورہ کیا۔ جیسا کہ آپؐ نے غزوۂ بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں نے اجتہاد فرمایا۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کا اجتہاد قبول کر کے اسے نافذ کر دیا۔ لیکن آپؐ کو اس فیصلہ کے درست نہ ہونے کی اطلاع وحی کے ذریعہ کر دی گئی۔ ۱۰ اسی طرح اذان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے معاملہ میں بھی باقاعدہ مشاورت کی گئی اور صحابہ کرامؓ کے اجتہادات کی روشنی میں نبی کریم ﷺ نے وہ طریقہ پسند فرمایا جو آج تک چلا آرہا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی اجتہادی مشاورت بالکل عمومی نوعیت کی نہیں ہوا کرتی تھی، بلکہ چیدہ اور منتخب لوگوں کو آپؐ اس باب میں اجازت مرحمت فرماتے تھے۔ عبدالصمد صارم تحریر فرماتے ہیں:

"بعض مسائل و معاملات کے متعلق حضور ﷺ خود حکم دیتے تھے، بعض میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرماتے تھے۔ جیسے اذان کے معاملہ میں یا اسیرانِ جنگ بدر کے معاملہ میں شوریٰ کی...... ہر صحابی کے لیے نہ تھی، بلکہ ان حضرات سے مشورہ کیا جاتا تھا جن کا علم و عقل اور تجربہ وسیع تھا، حاضر باشی یا تقویٰ و طہارت پر ہی اس کا انحصار نہ تھا۔ جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی اور اکثر اصحاب صحبتِ رسول کریم ﷺ سے اچھی طرح مستفید ہوئے تو حضور ﷺ نے بعض صحابہ کو اجتہاد و فتویٰ کا مجاز قرار دیا۔"[۱۱]

نبی کریم ﷺ کے اجتہادی دور میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آپؐ نے نہ صرف خود متعدد موقعوں پر اجتہاد کیا، بلکہ اس عمل کو مستحسن جانتے ہوئے اجتہاد کرنے والے اور اس عمل میں سہواً غلطی کرنے والے کو بھی اجر کا مستحق قرار دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اذا حکم الحاکم فاجتھد ثم أصاب فله أجران و اذا حکم فاجتھد ثم أخطأ فله أجر۔[۱۲]

"اگر کوئی قاضی اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے اور وہ درست ہو تو اس کے لیے دو اجر ہیں (ایک صحیح ہونے کا، دوسرا اجتہاد کا) اور اگر غلط فیصلہ کرے تو ایک اجر ہے۔"

صحیح فیصلہ پر دو گنے ثواب کی بات تو سمجھ میں آتی ہے، لیکن غلطی کرنے پر بھی اجر کا ملنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ شیخ ابو زہرہؒ نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''شریعت اسلامیہ میں مجتہد مخطی پر کوئی گناہ نہیں، کیوں کہ ایسا کرنے سے ہوسکتا تھا کہ علماء اجتہاد کرنا ہی ترک کردیں۔'' ۱۳؎

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بعض صحابہ کرامؓ کو خاص طور پر اجتہاد کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ مولانا محمد متین ہاشمی لکھتے ہیں:

''یہ شواہد بھی موجود ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بعض صحابہؓ کو عہدِ نبوی میں اجتہاد کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ان میں جلیل القدر صحابی خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نام سرفہرست ہے۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ رسولِ خدا نے اپنی زندگی میں ان کو مدینہ منورہ میں مفتی مقرر فرمایا تھا کہ جس کسی کو کسی مسئلہ کے متعلق قانون اسلام دیافت کرنا ہو عام طور سے انہی سے رجوع کریں اور یہ وہ واحد شخص ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے۔'' ۱۴؎

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان سے دریافت فرمایا: جب کوئی مقدمہ تمہارے سامنے پیش ہوگا تو کیسے فیصلہ کرو گے؟ انھوں نے جواب دیا: جیسا کتاب اللہ میں ہے اس کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ پھر سوال کیا کہ اگر کتاب اللہ میں صراحت کے ساتھ ذکر نہ ہوتو پھر کیسے فیصلہ کرو گے؟ جواب دیا: پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ پھر سوال کیا کہ اگر سنت میں بھی صراحت کے ساتھ ذکر نہ ہو پھر کیسے فیصلہ کرو گے؟ جواب دیا: اگر ایسی حالت ہوئی تو میں اپنی رائے سے اجتہاد کر کے فیصلہ کروں گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خوش ہوئے اور فرمایا:

الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی رسول اللہ ۱۵؎

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فرستادہ (رسول) کے فرستادہ کو صحیح بات کی توفیق دی جو اس کے رسول کو پسند ہے۔''

احادیثِ نبوی سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے متعدد مواقع پر اجتہاد سے کام لیا ہے۔ مثلاً:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱) بلّی کے جھوٹے سے متعلق آپؐ سے دریافت فرمایا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ''یہ حرام نہیں ہے''۔ اس کی علّت یہ بیان کی کہ یہ لوگوں کے گھروں میں کثرت سے آتی جاتی ہے۔۱۶؎

(۲) آپؐ نے ابتداء میں قربانی کے گوشت کو ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا، لیکن بعد میں اس کی اجازت دے دی۔۱۷؎

(۳) قبیلۂ خشعم کی ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ میرے والد بہت زیادہ بوڑھے ہوگئے ہیں (وہ ارکانِ حج ادا نہیں کر پائیں گے) کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپؐ نے اسے اس کی اجازت دی۔۱۸؎

(۴) حضرت عمرؓ نے روزہ کی حالت میں اپنی اہلیہ کا بوسہ لے لیا۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ایسا کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''کیا پانی منہ میں لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے''۔۱۹؎

اجتہاد عہدِ صحابہ میں

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں اجتہاد بہت کم ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وحی الٰہی کا سلسلہ ابھی منقطع نہیں ہوا تھا۔ لیکن جتنا اجتہاد ہوا وہ اس لیے تھا کہ صحابہ کرامؓ کو اس کی رغبت دلائی جائے اور انہیں پیش آمدہ مسائل سے نمٹنے کا عادی بنایا جائے، تاکہ وہ جدید مسائل میں شرعی نصوص سے استفادہ کرتے ہوئے امت کی بہتر طور پر رہ نمائی کرسکیں۔

صحابہ کی پوری جماعت اہلِ فتویٰ نہ تھی اور نہ شرعی و دینی امور میں سب کو مراجعت حاصل تھی، بلکہ افتاء کا منصب صرف حفّاظ کے لیے مخصوص تھا۔ اس گروہ کو قرآن کے ناسخ ومنسوخ، محکم ومتشابہ اور جملہ دلالات وعلل پر گہری نظر حاصل تھی۔ کیوں کہ اس نے براہ راست چشمۂ رسالت سے اکتسابِ فیض کیا تھا یا اجلّۂ صحابہ سے قرآن کی روشنی اخذ کی تھی۔ اس گروہ کو 'قرّاء' کے لقب سے پکارا جاتا تھا، یعنی قرآن پڑھنے اور سمجھنے والے۔ پھر جب اسلامی سلطنت کی حدود دور دور تک پھیل گئیں تو کتاب وسنت کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چرچے نے عرب سے ناخواندگی اور جہالت کی تاریکی کافور کر دی۔ قریہ قریہ اجتہاد و استنباط کی روشنی ظہور میں آئی ۔ جو لوگ مقدمات ونزاعات کے فیصلے کے لیے قاضی اور جج کی حیثیت سے مقرر کیے جاتے تھے وہ براہ راست قرآن وحدیث سے رہ نمائی حاصل کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے اجتہاد کے متعلق مولانا محمد تقی امینیؒ فرماتے ہیں:

''صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں جب فتوحات کی کثرت ہوئی اور مختلف تمدنی زندگی سے سابقہ پڑا تو نئے نئے اجتماعی وسیاسی مسائل ابھر آئے، جن کو حل کیے بغیر معاشرہ کی رہ نمائی کی کوئی شکل نہ تھی۔'' ۲۰؎

چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اجتہاد سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور پیش آمدہ مسائل کا حل تجویز کرنے میں انھوں نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کو خط لکھا تھا کہ ''جو واقعہ تمھیں پیش آئے اور اس کا حکم قرآن وسنت میں نہ ہو تو اس پر خوب سوچو اور اس کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کرو۔ پھر ایک معاملہ کو دوسرے معاملہ پر قیاس کرو، معاملات کو مختلف نظریوں سے پہچانو، پھر جو تمہاری رائے میں اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسندیدہ ہو اور حق کے قریب ہو اس پر اعتبار کرو''۔ ۲۱؎

اسی طرح انھوں نے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کو ایک خط میں لکھا:

''جو فیصلہ تم نے آج کیا، پھر تم نے اس فیصلے سے رجوع کرتے ہوئے اپنی صائب رائے سے صحیح فیصلہ کر لیا تو اپنے سابق فیصلے کو چھوڑ کر حق کی طرف رجوع کرنے میں دریغ نہ کرو۔ کیونکہ حق قائم ودائم رہتا ہے اور کوئی شئے اسے حق ہونے سے نہیں روک سکتی۔ لہٰذا حق کی طرف رجوع کرنا زیادہ عرصہ باطل پر رہنے سے بہتر ہے۔'' ۲۲؎

عہدِ صحابہ میں اجتہاد کی متعدد مثالیں ملتی ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مانعینِ زکوٰۃ کی سرکوبی کے لیے فوج روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو بعض صحابہ کرامؓ نے، جن میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے، آپ کے اس عمل کی مخالفت کی۔ ان کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ قول تھا کہ جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پڑھ لیا اس کی جان اور اس کا مال محفوظ ہوگیا۔ مگر حضرت صدیقؓ کی نظر اس حکم کے دوسرے پہلو پر بھی تھی۔ انھوں نے اس دلیل کا جواب اسی دلیل سے یہ دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ساتھ یہ بھی تو فرمادیا تھا کہ ''الا بحقّ الاسلام'' ۲۳؎ چنانچہ انھوں نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد سماجی زندگی میں صحابہ کرامؓ کو غالباً سب سے اہم مسئلہ زمین کی تنظیم وتقسیم کا پیش آیا۔ چنانچہ عراق وشام فتح ہونے کے بعد زمین کی تنظیم وتقسیم کے معاملے میں ان کے درمیان اختلاف ہوا۔ ایک گروہ کی رائے یہ تھی کہ زمین فوجیوں میں تقسیم کردی جائے۔ اس میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت بلالؓ وغیرہ شامل تھے۔ دوسرے گروہ کی رائے تھی کہ زمین اصل باشندوں کے پاس رہنے دی جائے۔ اس میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ وغیرہ تھے۔ ۲۴؎ اس وقت حضرت عمرؓ کا دورِ خلافت تھا۔ انھوں نے صحابہ کرامؓ کو اپنے موقف پر قائل کیا اور اجتہاد کرتے ہوئے زمینوں کو ان کے اصل مالکوں کے پاس ہی رہنے دیا۔

(۳) حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانہ میں چوروں کی سزا ملتوی کردی تھی۔ ۲۵؎

(۴) نماز تراویح کی بیس رکعات کا حکم حضرت عمرؓ کا اجتہادی فیصلہ تھا۔ (۲۶)

ایک طرف تو صحابہ کرامؓ نے اجتہاد کے ذریعے بہت سے مسائل کا حل دریافت کیا، دوسری طرف وہ اس عمل میں حد درجہ احتیاط برتتے تھے۔ نیز اپنے عمل کو حجت قرار نہیں دیتے تھے، بلکہ اپنے پیش کردہ اجتہاد سے عمدہ اجتہاد مل جانے پر اپنے اجتہاد کو چھوڑ دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے 'کلالہ' کی وراثت کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے مسئلہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

أقول فیها برائ، فان یکن صوابا فمن اللّٰہ وان یکن خطأً فمنّی ومن الشیطان۔ ۲۷؎

''میں اپنی رائے سے بات کہتا ہوں۔ اگر وہ صحیح ہے تو اللہ کی طرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔"

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے عورت کے طلاق لینے کے اختیار کے متعلق فرمایا:

أجتهد فيها برائ، ان اصبت فمن اللّٰہ و إن أخطات فمنّي و من الشيطان۔۲۸

"میں اپنی رائے سے فتویٰ دیتا ہوں۔ اگر وہ درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔"

تابعین کا دورِ اجتہاد

تمدن کی وسعت، فتوحات کی کثرت اور علمی ترقی کی وجہ سے صحابہؓ کے مقابلے میں تابعین کو اجتہاد کی زیادہ ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ انہوں نے اجتہاد کے دائرہ کو زیادہ وسیع کیا۔ اس کے لیے انہوں نے درج ذیل تین بنیادی کام کیے:

(۱) حکومتی سطح پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو جمع کیا۔

(۲) صحابہ کرامؓ کے اقوال وفتاویٰ اور ان کے اجتہادات کی شیرازہ بندی کی۔

(۳) اجتہاد کے ذوق کو علمی رنگ دیا۔۲۹

تابعین کے دور میں اجتہاد کے لیے تین قسم کے مسائل متعین ہوئے:

(۱) وہ نئے مسائل جو تمدن کی وسعت، فتوحات کی کثرت اور علمی ترقی کی وجہ سے پیدا ہوئے۔

(۲) وہ مسائل جن پر پہلے اجتہاد ہو چکا تھا اور اب حالات وظروف کی تبدیلی سے ان کا مقصد فوت ہو رہا تھا یا ان پر عمل درآمد سے لوگوں کو غیر معمولی مشقت پیش آرہی تھی۔

(۳) وہ مسائل جن کا ذکر نص میں موجود تھا، لیکن زمانی مصلحت کی وجہ سے صحابہؓ نے ان کے نفاذ کا موقع ومحل متعین کیا تھا۔۳۰

یہ بنو امیہ کا دور تھا۔ اس دور میں مسلمانوں نے دیگر علوم وفنون کی بھی داغ بیل ڈالی اور اسی دور میں اجتہاد کا دائرہ صحابہ کرامؓ کے دور کی بانسبت زیادہ وسیع ہوا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر جمال الدین عطیہ لکھتے ہیں:

> ''جب ہم تابعین کے دور کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ محسوس کرتے ہیں کہ تابعین کے دور میں اجتہاد و استنباط کا دائرہ وسیع ہوجاتا ہے۔ ایک تو اس لیے کہ نئے نئے واقعات کی کثرت ہوگئی، دوسرے اس لیے بھی کہ تابعین کی ایک جماعت فتویٰ کے لیے گویا وقف ہوگئی تھی۔ ان حضرات کے سامنے تین مصادر تھے: کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کے فتاویٰ۔ ان میں سے بعض وہ حضرات تھے جو نص نہ موجود ہونے کی صورت میں مصلحتِ شرعی کو بنیاد بنا کر حکمِ شرعی کا استنباط کرتے تھے اور بعض دیگر حضرات قیاس کی راہ اپناتے تھے۔''۳۱ے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ اجتہاد کے حوالہ سے حد درجہ احتیاط کرتے تھے، نیز اس دور میں اسلامی سلطنت کی حدود زیادہ نہ پھیلی تھیں، لیکن تابعین کے دور میں ان میں نہ صرف اضافہ ہوا، بلکہ استحکام بھی حاصل ہوا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کو نئے نئے مسائل سے دوچار ہونا پڑا، چنانچہ انھیں اپنی رائے سے اجتہاد کرنا پڑا۔

اس دور کا سب سے اہم کارنامہ احادیثِ نبوی کی باقاعدہ تدوین تھا۔ حکومتی سطح پر احادیث جمع کرنے کی طرف سب سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے توجہ دی۔ انھوں نے مدینہ اور دیگر علاقوں کے حکام اور کبار علماء کو اس سلسلے میں خطوط لکھے اور نہایت محنت و جاں فشانی کے ساتھ یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ۳۲ے اس طرح اس دور کے فقہاء کو احادیثِ مبارکہ کا ایسا عظیم الشان ذخیرہ میسّر آگیا جس سے اجتہاد کے مراحل نسبتاً آسان ہوگئے۔

ائمہ مجتہدین کا اجتہادی دور

ائمہ مجتہدین کا دور اجتہاد کا زریں دور تھا۔ اس دور میں اجتہاد سے بہت زیادہ کام لیا گیا اور فقہاء نے اس کے اصول مدوّن کیے۔ اس دور میں چوں کہ بہت سی نئی قومیں حلقہ بگوشِ اسلام ہوئیں، اس لیے ان کی عادات، خصائل اور رسم و رواج کی وجہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے کئی پیچیدگیاں پیدا ہوئیں۔ مولانا محمد تقی امینیؒ لکھتے ہیں:

''ان لوگوں کے اختلاط سے اسلامی معاشرہ میں ایک عجیب کش مکش پیدا ہوئی اور ان کے ساتھ معاملات نے بہت سے نئے مسائل پیدا کیے۔ نیز حالات کی تبدیلی سے بعض قدیم مسائل کے موقع ومحل متعین کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ائمہ مجتہدین کو اللہ کروٹ کروٹ چین نصیب کرے کہ انہوں نے نہ صرف وقتی اور زمانی حالات کا مقابلہ کیا، بلکہ اجتہاد کے ایسے زرّیں اصول وضع کیے کہ ان کے ذریعہ ہر دور وزمانہ میں نمو پذیر زندگی اور ترقی پذیر معاشرہ کی رہ نمائی آسان ہوگئی۔''۳۴؎

دوسری صدی ہجری میں اسلامی فقہ کے چار عظیم مکاتبِ فکر ابھرے۔ ان کے ائمہ نے انفرادی اور اجتماعی زندگی کے اکثر معاملات میں اجتہاد کے ذریعے بہت سے اصول وضع کیے۔ اگرچہ ان فقہی مکاتب کے رہ نما اسلامی شرع کی تاریخ میں اختلاف رائے کا سبب رہے، تاہم ان کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہونے سے اسلامی فکر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔

چونکہ اسلامی فقہ انسانی زندگی کے جملہ پہلوؤں سے بحث کرتی ہے، اس لیے اس کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ چنانچہ مسائل جدیدہ کے حل کے لیے مجتہدین نے قیاس، استحسان، استصلاح اور استدلال کے طریقے اپنائے، جو اجتہاد ہی کی اقسام ہیں۔ چنانچہ اس دور میں مجتہد کا درجہ صرف اسی شخص کو حاصل ہوتا تھا جو ان جملہ علوم کا ماہر ہو اور ان سے استفادہ کرتے ہوئے آزادانہ طور پر کسی فیصلہ پر پہنچنے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہو۔ اگرچہ اس دور میں بہت سے ائمہ نے اجتہاد کیا، مگر ان میں سے ائمۂ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کو زیادہ شہرت نصیب ہوئی۔

ان فقہاء کے مسالک کو دوام حاصل ہوا اور امت کے کثیر طبقہ نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے اجتہادات کو تسلیم کیا۔ ایک طرف تو ان ائمہ نے امت پر احسان کرتے ہوئے لاکھوں مسائل مدوّن کر دیے تو دوسری طرف وہ اس حوالہ سے انتہائی حزم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واحتیاط سے کام لیتے رہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے:''جب کتاب اللہ اور سنتِ رسول میں کوئی مسئلہ مجھے نہیں ملتا تو جس صحابی کا قول چاہتا ہوں لے لیتا ہوں، جس کا چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں۔ پھر ان کے دائرہ اقوال سے نکل کر کسی دوسرے قول کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ معاملہ ابراہیم شعبی، حسن، ابن سیرین اور سعید بن مسیب پر پہنچتا ہے تو مجھے بھی حق ہے کہ جیسے وہ اجتہاد کرتے تھے میں بھی کروں۔'' اسی طرح امام مالکؒ کے متعلق منقول ہے کہ ان سے جب کوئی فتویٰ پوچھا جاتا تو وہ اس کا جواب اس طرح ڈرتے ہوئے دیتے تھے گویا وہ جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑے ہوں۔ امام ابوحنیفہؒ نے قرآن و حدیث کے بعد اجتہاد کو اہمیت دی، اس کے برعکس امام مالکؒ کا زیادہ زور اہل مدینہ کی رائے کی طرف رہا، جب کہ امام شافعیؒ نے ان دونوں کی درمیانی راہ اپنائی۔ انہوں نے دیکھا کہ صحابہ کرام وتابعین عظام اور ائمہ مجتہدین سے منقول ایک بڑا فقہی ذخیرہ موجود ہے۔ ایک طرف انھوں نے مدینہ کے فقہی علوم امام مالکؒ سے حاصل کیے، دوسری جانب امام محمدؒ سے عراق کے فقہی ذخیرہ کو اخذ کیا، تیسری طرف مکہ مکرمہ میں نشو ونما اور سکونت کی بنا پر وہاں کے فقہی علوم حاصل کیے۔ اس طرح تینوں فقہی سکولوں سے کسب فیض کے ساتھ ان فقہی مناقشات نے ان کے ذہن کو اس طرف متوجہ کیا کہ کچھ قواعد وضع کریں جن سے اجتہاد میں خطا وصواب کا پتہ چل سکے۔ یہی قواعد آج اصولِ فقہ کے نام سے معروف ہیں۔ ۳۴ے

امام ابوحنیفہؒ کی اجتہادی بصیرت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسانی فطرت سے قریب تر ہے۔ انھوں نے مختلف حالات و واقعات کے تناظر میں رونما ہونے والے مسائل کو انتہائی سہل انداز میں پیش کیا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ان کی فقہ کو جو شہرت نصیب ہوئی وہ دیگر کسی فقہ کو حاصل نہ ہوئی۔ امام ابوحنیفہؒ نے ایک طرف اجتہاد کے ذریعہ فقہ اسلامی کے مسائل کو حل کرنے کی سعی کی تو دوسری طرف وہ اپنے ناقدین کی تنقید سے بھی نہ بچ سکے جو اس حکم کے نفاذ کو غیر ضروری قرار دیتے تھے۔

بہرحال تابعین کے عہد کے بعد جب ہم مجتہدین کے عہد کا مطالعہ کرتے ہیں

© rasailojaraid.com